اور ’’بہشتی‘‘ بن جائیں۔

جی ہاں، تحقیقات ہونی چاہییں کہ درسِ قرآن کی مجالس میں، درسِ حدیث کی مجالس میں، علماے دین کی مجالس میں ایسا ہجوم کیوں نہیں ہوتا جیسا ہجوم اس ’’بہشتی‘‘ دروازے سے گزرنے کے لیے ہو جاتا ہے۔ آخر دین پر، قرآن پر، سنت پر یہ ’’بہشتی‘‘ دروازہ کیسے فضیلت پا گیا۔

جی ہاں، تحقیقات ہونی چاہییں کہ اگر محض ایک دروازے سے گزرنے ہی سے بہشت مل جاتی ہے تو پیغمبر کیوں بھیجے گئے؟ پیغمبروں نے کیوں جانیں دیں؟ پیغمبروں نے کیوں تکلیفیں اٹھائیں؟ پیغمبروں نے کیوں اپنے جسم پر آرے چلوا لیے؟ پیغمبروں نے کیوں اپنے سر کٹوا لیے؟

ان امور کی روشنی میں غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ پیغمبروں اور الہامی کتابوں پر ایمان رکھنے والوں کے ہاں ’’بہشتی‘‘ دروازے کا تصور اور اس دروازے پر لوگوں کا ہجوم بھی بڑا الم ناک حادثہ ہے۔ اس پر بھی دلی رنج و غم کا اظہار ہونا چاہیے۔ اس پر بھی احتجاج ہونا چاہیے۔ اس پر بھی ہڑتال ہونی چاہیے۔ اس پر بھی اہلِ اقتدار کو پریشان ہونا چاہیے۔ اس پر بھی تحقیقات کا حکم دیا جانا چاہیے۔

اور اگر یہ ’’بہشتی‘‘ دروازے کا عقیدہ عامۃ الناس میں غلط طور پر پھیل گیا ہے تو تحقیقات ہونی چاہییں کہ اس دربار میں جبہ و دستار پہنے بیٹھے ہوئے لوگ عامۃ الناس کو بہشت کی اس راہ سے کیوں آگاہ نہیں کرتے جو خدا اور رسول نے دکھائی اور جس پر صحابۂ کرام نے چل کر دنیا ہی میں آسمان سے ’’بہشتی‘‘ ہونے کی صدا سنی۔

——— محمد بلال

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

پاکستان اور جنگ

پنجاب پروونشل کواپریٹو بنک نے ۱۹۹۵ء میں عدالت میں یہ درخواست دائر کر رکھی تھی کہ ۱۹۷۶ء میں کواپریٹو بنک ختم ہو گئے اور ان کے اثاثے ملازمین اور واجبات پنجاب کواپریٹو بنک کے سپرد کر دیے گئے۔ اس کے باوجود ۱۹۹۵ء میں وار رسک انشورنس (بیمہ براے خطرۂ جنگ) کے انکوائری آفیسر نے ہمیں دو نوٹس بھیج دیے کہ انھیں ان کواپریٹو بنکوں کی وار رسک انشورنس (پریمیئم) کی رقم ادا کی جائے۔ یہ اقدام غیر قانونی اور غیر آئینی ہے۔ یہ لازمی انشورنس ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں کے سلسلے میں وار رسک آرڈیننس کے ذریعے سے عائد کی گئی تھی، جو ۱۹۷۳ء کے آئین کے اجرا کے ساتھ ختم

ہو چکے ہیں۔اب یہ آرڈیننس موجود نہیں ہے۔

لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس کرامت نذیر بھنڈاری نے مالیاتی اداروں پر وار رسک انشورنس کی پابندی کو امرِ متنازعہ اور فیصلہ طلب قرار دیتے ہوئے پنجاب پروونشل کواپریٹو بنک کی درخواست باقاعدہ سماعت کے لیے منظور کر لی ہے۔اس موقع پر فاضل جج نے وار رسک انشورنس کے نمائندے کو مخاطب کر کے ریمارکس دیے کہ: ''۱۹۷۱ء میں ۱۵دن کی جنگ لڑی گئی،اس میں بھی کلین بولڈ ہو گئے اور آپ انشورنس ٹیکس لیے جا رہے ہیں۔اب کون سی جنگ لڑی جا رہی ہے؟ کیا ۱۹۷۱ء کی جنگ میں شکست کا ابال ابھی تک نہیں اترا۔حکومت کبھی کوئی جائز بات بھی کر لیا کرے[1]۔''

ملکی فلاح کے پہلو سے بھنڈاری صاحب نے یہ بالکل صحیح تنقید کی ہے کہ ''کیا ۱۹۷۱ء کی جنگ کی شکست کا ابال ابھی تک نہیں اترا!'' اس تلخ حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ پاکستان اور بھارت کے عوام کی اکثریت غربت کی چکی میں پس رہی ہے۔وہ زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہے۔آج ترقی یافتہ ممالک کے شہری جس طرح زندگی گزار رہے ہیں،اس کا تقابل پاکستانی اور بھارتی شہریوں کی اکثریت سے کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان اور بھارت انتہائی پسماندہ ممالک ہیں اور ان کے شہری کوئی قابلِ رحم مخلوق ہیں۔مگر انھی ملکوں میں بعض طبقات ایسے پائے جاتے ہیں جن کے سر پر ہر وقت لڑائی بھڑائی کا جنون سوار رہتا ہے۔جس طرح وطنِ عزیز میں بعض سیاست دان نفرت کی سیاست کرتے ہیں، وہ لسانی اور صوبائی بنیادوں پر باقاعدہ دوسروں کے خلاف نفرت کے جذبات ابھارتے ہیں۔اگرچہ وہ اپنی طرف سے اپنے ہم زبان یا ہم صوبہ لوگوں کی بہتری کی کوشش کرتے ہیں،مگر درحقیقت غیر شعوری طور بدامنی کے مسائل پیدا کر کے انھی کی زندگی حرام کر دیتے ہیں ـــــــ بدامنی کوئی معمولی بات نہیں ہوتی،بدامنی میں نہ کوئی کاروبار ہو سکتا ہے،نہ کوئی کہیں سفر کر سکتا ہے،حتیٰ کہ آدمی سکون کے ساتھ سو بھی نہیں سکتا اور جانی اور مالی نقصان کا خطرہ ہر وقت،ہر شخص کے سر پر منڈلاتا رہتا ہے ـــــــ ایسے ہی بعض سیاست دان بھارت کے حوالے سے نفرت کی سیاست میں ''ملوث'' ہیں،حتیٰ کہ بعض صحافی بھی نفرت کی صحافت کر رہے ہیں۔وہ پاکستان کے اندر بھارت کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں اور دونوں ملکوں کے باہمی تنازعات پر امن ذرائع سے حل کرنے کے امکانات ختم کرتے رہتے ہیں اور یوں غیر شعوری طور پر ہر وقت جنگ اور بدامنی کے حالات پیدا کرتے رہتے ہیں۔

حالانکہ ان کی ایسی سیاست اور صحافت سے پاکستانیوں کی زندگی تلخ ہو رہی ہے۔اس کی ایک مثال اوپر مذکور مقدمہ بھی ہے۔پھر وسائل کے اعتبار سے پاکستان کی جو صورتِ حال ہے،اس کے لحاظ سے اسے جنگ کی شکل میں کسی طرح کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا،بلکہ وہ مزید سنگین مسائل کا شکار ہو جائے گا۔اس کے اوپر قرضوں اور غربت کا بوجھ بڑھ جائے گا۔پھر

---

[1] روزنامہ پاکستان ۱۴ اپریل ۲۰۰۱ء۔

اقوامِ متحدہ اور بڑی طاقتوں کی منت سماجت کر کے جنگ بندی کا معاملہ اور معاہدہ کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد جنگی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے شہریوں کی رگوں سے مزید خون نچوڑنے کا ظالمانہ عمل شروع ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستانیوں کی اکثریت امن پسند اور صلح جو ہے۔ حتیٰ کہ بھارت کی اکثریت بھی امن پسند ہی ہے، مگر دونوں ملکوں میں جنگ وجدال کے جنون میں مبتلا لوگ کسی نہ کسی طرح حالات خراب کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

بھنڈاری صاحب نے اس رویے پر بہت اچھی تنقید کی ہے۔ دوسرے امن پسند اور صلح جو لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنی آواز اٹھائیں۔ اور اس قدر جان دار طریقے سے اٹھائیں کہ لہلاتے کھیتوں، خوشبو بکھیرتے ہوئے باغوں اور مسکراتے ہوئے چہروں سے بےزار مغلوب ہو جائیں اور اہلِ پاکستان ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔

_____ محمد بلال

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org